ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ژاک دریدہ اور فلسفہ ردِ تشکیل

فریحہ تبسم

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

لیکچرار (اُردو) ڈی پی ایس، فیصل آباد

Abstract:

Derrida's theory of "reconstructionism" is so complex and confusing that it cannot be definitively defined. It is a vague philosophical term. It is partly through new interpretations that new life is found in old texts and new meanings; new interpretations and understandings of hidden symbols of texts are sought in new contexts. He reverses the meaning, then the meaning, and the meaning within the meaning. Derrida believes that the roots of speech and discourse are sceptical and subjective in nature. It is also called texts do not have fixed meanings. Because many thematic elements change the meaning of the text. What Derrida often wrote to destroy the meaning of the text he did not even understand its meaning. Derrida's theory of deconstruction in literature and text and literary criticism was also rejected and extended. Now the fresh theory of "post-reformation" is the subject of debate.

ردِ تشکیل کی ابتداء 1966ء میں ہوئی۔ ردِ تشکیل کے بنیاد گزاروں میں جیکوئس دریدا (DERRIDA JACQUES) کا نام اولیت رکھتا ہے۔ جیکوئس دریدا (15 جولائی 1930ء تا 9 اکتوبر 2004ء) کا تعلق الجیریا سے تھا۔ اس نے فرانس میں اپنے علم و فضل کی بدولت بے پناہ مقبولیت حاصل کی۔ اس کے اسلوب پر چار سو کتب لکھی گئیں اور پانچ سو سے زائد تحقیقی مقالات یورپ کی جامعات میں تحریر کیے گئے۔ دریدا نے 1966ء میں جانز ہاپکنز یونیورسٹی (Johns Hopkins University) میں Structure, Sign and Play in the Discourse of Human Sciences کے موضوع پر جو تحقیقی مقالہ پیش کیا وہی اس کے فکر و فلسفے کی بنیاد بن گیا۔ اس طرح اس کی شہرت پوری دنیا میں پھیل گئی۔ آج پوری دنیا میں اس رجحان ساز ادیب اور مفکر کے خیال افروز مباحث کے چرچے ہیں۔

ردِ تشکیل کے معجز نما اثر سے دریدا نے صدیوں سے علم و ادب کے شعبوں پر مسلط مختلف طبقہ ہائے فکر کے لوگوں کی اس پیر شاہی (Hirechy) کے خلاف پہلی مرتبہ ایک دبنگ لہجے میں بات کی اور اس طرح حریت فکر کے جذبہ سے سرشار آزادانہ سوچ کی راہ ہموار کر کے فکر و نظر کو اس طرح مہمیز کیا کہ دلوں کو مرکز مہر و وفا کرنے میں مدد ملی۔

انھوں نے فکری اور نظری کارنامے میں افلاطون، ہوسرل فرائڈ، ہیڈیگر وغیرہ جیسے عظیم مفکرین اور ادبا کے مابعد الطبیعیاتی نظام فکر کے تصورات، تضادات اور افتراقات پر فکری نقد لکھا۔ انہوں نے روحانی یا مابعد الطبیعیاتی نظام کو سرے سے مسترد کر دیا، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ یہ نظام فکر بھی مکمل نہیں۔ ردِ تشکیل کے ذریعے دریدا نے مابعد الطبیعیات پر معنی تصورات کو چیلنج کیا، قدیم تصورات کی روشنی میں اپنے لیے ایک الگ اور منفرد راہ کا تعین کیا ہے۔ اس کا اصرار ہے کہ قدیم روایات نے جن معانی کا تعین کیا ہے معنویت کا مسئلہ اس سے کہیں آگے تک جاتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ان کے خیال میں مغربی فکر روایتی طور پر مابعد الطبیعیات سے جڑی ہوئی ہے۔اس سے کئی فکری ابہام پیدا ہوئے جس کو تقریر ہی محفوظ رکھ سکتی ہے۔زبان سے بولے جانے والا لفظ چونکہ بلاواسطہ ہوتا ہے۔اس لیے یہ تصور لیا جاتا ہے کہ تقریر کے ذریعے مطلق صداقت،اور ایک مقررہ معنی،ایک فیصلہ بنیاد جو صداقت یا معنی کے اصل بھی تصور کیے جاتے ہیں،جس میں جوہر یا مرکز تک رسائی حاصل کرنا ممکن ہو پاتا ہے۔ان کے خیال میں ایک معنی دوسرے معنی کو مسترد کرتا ہے۔

"ردتشکیلیت"کا فلسفہ متن ہی نہیں سارے آفاق کو صداقت اور معنی سے خالی قرار دیتا ہے۔اس لیے لفظ قدر بھی اس کے لیے ایک جزو زائد کا درجہ اختیار کر جاتا ہے۔ ان کے خیال میں متن کے معنی قاری کے نظریہ حیات (آئیڈیالوجی) کے درمیان بین العمل پر مبنی ہوتے ہیں اور متن کے لفظوں میں آئیڈیالوجی کا رنگ چڑھا ہوتا ہے۔اس میں جزوی طور پر نئی تشریحات کے ذریعے پرانے متن میں نئی زندگی تلاش کی جاتی ہے اور نئے تناظر میں متنوں کے پوشیدہ رموز کی نئے معنی، نئی تشریحات اور تفہیمات تلاش کی جاتی ہیں۔وہ معنی، پس معنی اور معنی در معنی کو الٹا کر رد معنی میں تبدیل کر دیتا ہے۔دریڈا کا خیال ہے کہ متن کے متعین معنی نہیں ہوتے کیونکہ کئی موضوعی عناصر متن کی معنویت تبدیل کر دیتے ہیں۔

"رد تشکیل کا مفصل مطالعہ کرنے سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ اس کے دو پہلو خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ سب سے پہلے تو اس پہلو پر دھیان دینا ہو گا کہ وہ کون سے اسرار و رموز ہیں جن کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک نقاد اپنی ناقدانہ بصیرت کے اعجاز سے تخلیق کار کے متعین کردہ اس تمام نظام اقدار کو منہدم کرتا ہے جسے تخلیق کار نے اپنے فکر وفن کی اساس بنایا اور تخلیقی عمل کا قصر عالی شان تعمیر کیا۔دریدا نے یہاں مصنف اور اس کی تمام کارکردگی کو ردتشکیل کا ہدف بنایا۔اس کے ساتھ ہی اس نے ساختیاتی تنقید کے دیئے گئے تمام نقوش مٹانے کی ٹھان لی اور اس طرح قدیم مغربی افکار کو بھی رد تشکیل کے ذریعے منہدم کرنے کی تدبیر کی جنھیں مابعد الطبیعیات کی اساس کا درجہ دیا جاتا تھا۔دریدا کا خیال تھا کہ اس عالم آب وگل کے تمام عوامل قریب سود وزیاں کے سوا کچھ نہیں۔اس نے یہاں تک کہا کہ جو کچھ آنکھ دیکھتی ہے وہ بھی محض سراب ہے۔ (1)

رد تشکیل کے چار بنیادی نکات اہم ہیں :(2)

ا۔ہر ادبی متن کے اپنے قبضہ معنی کو رد کرنے کا مادہ خود اس کے اندر ہوتا ہے۔

۲۔ردِ تشکیل کلچر، فلسفے اور ادبی معنوں کے روایتی مفروضے کو مسترد کرتا ہے۔وہ علامات پر تمثیل کو فوقیت دیتا ہے۔

۳۔ رد تشکیل زبان کے آزاد کھیل free play پر یقین رکھتی ہے۔اُن کے نزدیک زبان میں کوئی اشاراتی معنی نہیں ہوتے بلکہ وہ لسانیاتی مترادفات کا آزاد استعمال free play ہے۔

۴۔ردِ تشکیل روایات کو چیلنج کرتا ہے اور مغربی مابعد الطبیعیات بھی ان کی یہاں مشکوک ہے۔

ردِ تشکیل متن کے عمیق مطالعہ کے دوران میں اثر پذیری اور ابلاغ کے عمل پر اس انداز میں گرفت کرتی ہے کہ جس کے زیر اثر دیئے گئے متن میں پائے جانے والے مبہم، متضاد اور ناموافق مفاہیم و مطالب کی بھول بھلیوں اور دور کی کوڑی لانے کے موہوم مفروضوں اور سرابوں سے یقینی طور پر نجات حاصل کر کے ایک ایسے واحد منطقی کل کی جانب مراجعت کو یقینی بنایا جائے جس کی بدولت تفہیم اور تعبیر کی نئی صورتیں سامنے آتی چلی جائیں۔اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے رد تشکیل نے کورانہ تقلید کی روش کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کی مقدور بھر کوشش کی۔ردِ تشکیل کے فلسفے کا لب لباب یہ ہے کہ جس طرح حیاتیات میں DNA دوہرے غلاف میں لپٹی ہوئی زندگی کی تمام تر معنی خیزی کا احساس وادراک پیدا کرتا ہے اسی طرح لفظ بھی اپنے اندر تہ در تہ معانی کا گنجینہ سمیٹے ہوئے ہوتا ہے۔جس طرح خزاں اور بہار کے سیکڑوں مناظر ہوتے ہیں اسی طرح گفتگو کے بھی متعدد پہلو ہوتے ہیں جن کی اثر آفرینی کا کرشمہ دامن دل کھینچتا ہے۔یہ نوعیت کے لحاظ سے کثیر الجہتی مخالف یا متضاد سمتوں اور مخصوص بیانیہ کے مدار میں ہم سرگرم سفر رہتے ہیں۔رد تشکیل کے فلسفے کو علم وادب پر نافذ کرنے کے سلسلے میں سب سے زیادہ کام امریکہ میں کیا گیا جہاں ساختیاتی فکر نے متن کے مدار میں رہتے ہوئے مفاہیم تک رسائی کی راہ متعین کی اور اس بات پر اصرار کیا کہ متن پر کامل دسترس کے ذریعے گنج کے طلسم کی گرہ کشائی ممکن ہے وہاں پس ساختیاتی فکر

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

نے اس انداز فکر کو لائق اعتنا نہیں سمجھا اور اس جانب توجہ دلائی کہ ساختیاتی فکر کی متن اور مفہوم کے حوالے سے کوئی امید بر نہیں آتی اور نہ ہی انھیں موثر ابلاغ کی کوئی صورت نظر آتی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ساختیاتی فکر متن کے مفہوم کے بارے میں محض اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کے علاوہ کچھ نہ کر سکی۔ ساختیات نے سوسئیر (SAUSSURE) کے مطابق معنی نما اور معنی کو دو الگ الگ نظاموں سے تعبیر کیا جنھیں باہم مربوط کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ صداقت ہے کہ جب دو الگ الگ نظام باہم مربوط کیے جاتے ہیں تو معنی کی وحدت کا تصور ہی عنقا ہو جاتا ہے۔

پس ساختیات نے نشان کی وحدت کو دو لخت کر کے ثابت کر دیا کہ لفظ اور معنی کی وحدت کا کوئی امکان سرے سے موجود ہی نہیں۔ ہر لفظ اپنے مفاہیم اور مطالب کے ابلاغ کے لیے متعدد دوسرے الفاظ کا رہین منت ہے۔ پس ساختیاتی فکر نے متن کے معانی کے تعین کو ایک آمرانہ اور غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل قرار دیتے ہوئے اسے لائق استرداد قرار دیا۔

ردِ تشکیل اس وقت اپنا اثر دکھاتی ہے جب متن کے متعین کیے ہوئے معانی میں تقلیدی عنصر کے مسموم اثرات باعث تکرار کج روی اور تمسیخ و تکذیب کے باعث تمام پس منظر ہی دھندلا جائے۔ ان حالات میں رد تشکیل کا بت شکن کے رویہ الفاظ و معانی کے نظام کہنہ کی گرتی ہوئی عمارت کو مکمل طور پر منہدم کر کے فرغلوں میں لپٹے ہوئے معانی اور متن کی کلیت کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ تاہم یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ رد تشکیل نے بنیادی طور پر اس جانب توجہ دلائی کہ جب تک الفاظ و معانی کی تفہیم کے سلسلے میں ایک باغیانہ روش نہیں اپنائی جاتی نہ تو افکار تازہ کی ترویج ممکن ہے اور نہ ہی جہان تازہ تک رسائی کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے رد تشکیل کے ممتاز علم بردار اور نامور ام کی نقادیل کے ممتاز علم بردار اور نامور ام کی نقارے جیلیس میلر (J. Hills Miller) نے اپنے ایک مضمون بعنوان Stevens, Rock and Criticism as Cure مطبوعہ 1976 میں لکھا ہے۔

> "Deconstruction is not a dismantling of the structure of a text, but a demonstration that is hat already dismantled isself. Its apparently solid grounf is not rock but thin air."(2)

اگر رد تشکیل کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو اس حقیقت کا ادراک ہوتا ہے کہ یہ اس نے بیسویں صدی کی فکری، نظری اور فلسفیانہ تحریکوں پر ایک سنجیدہ رد عمل کی صورت میں اپنی اہمیت کو تسلیم کرایا بالخصوص سوسئیر کی ساختیاتی فکر کے خلاف رد تشکیل کو ایک رد عمل کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ فرائڈ اور لاکاں کی تحلیل نفسی کے متعلق بھی رد تشکیل نے ایک رد عمل کی صورت اختیار کر لی۔ ردِ تشکیل نے متن کے مطالعہ کو ایک طرز خاص عطا کی۔ اس کے ذریعے تنقید کو ایک منفرد جہت نصیب ہوئی۔ ردِ تشکیل کو ایک ایسی اصلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ متن کا مطالعہ ایک خاص زاویہ نگاہ سے کرنے پر اصرار کرتی ہے یہ دراصل تنقید کا ایک طریق کار بھی ہے اور اس کے ذریعے تحلیل و تجزیہ اور دریافت کے نئے اسالیب سامنے آتے ہیں۔ رد تشکیل کو متن کی تباہی یا بربادی پر محمول کرنا درست نہیں۔ اپنی اصلیت کے لحاظ سے تو یہ متن کے اصل معانی کے قریب تر ہوتا ہے جب کسی لفظ کی اصل توضیح و تصریح ہی اس کا سطح نظر قرار دیا جاتا ہے۔

رد تشکیل کا حقیقی ہدف یہ ہے کہ لفظ کے ان تمام معانی کو غیر مؤثر قرار دیا جائے جو کہ اس کی اصل معانی پر مسلط کر دیئے گئے ہیں۔ یہاں متن کے انہدام کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ اگر رد تشکیل کے ذریعے کسی چیز کو مکمل انہدام کے قریب پہنچایا جاتا تو وہ متن ہرگز نہیں بلکہ یہ تو اس مفروضے کو منہدم کرتا ہے جو غیر حقیقت میں کی صورت میں لفظ پر غلبہ حاصل کر کے حقیقی مفہوم کو غارت کرنے کا سبب بنتا ہے اس طرح نشان نما کا ایک طریقہ دوسرے پر غالب ہو کر لفظ کو پہلے سے بہتر ابلاغ سے متمتع کرتا ہے۔ رد تشکیل کی اصطلاح سب سے پہلے 1967 میں استعمال ہوئی۔ دریدا نے اپنی شہرہ آفاق کتاب Of Grammatalogy میں اس کا حوالہ دیا جب اس نے زبان کی تفہیم اور متن کی تحریر کے بارے میں مباحث کا آغاز کیا۔ اس کا خیال تھا کہ بیانیہ کی نسبت تحریری متن کی تفہیم سہل ہے۔ دریدا نے لکھا:

> "Writing thus enlargrd and radicalized, no longer issues from a logos. Further, it inaugurates the destruction, not the demolition but the de- the de- inaugurates the destruction, not the demolition

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

but the de- sentimation, the de- construction, of all the significations that have their source in that of the logos.” (۴)

رد تشکیل کا مفصل مطالعہ کرنے سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ اس کے دو پہلو خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ سب سے پہلے تو اس پہلو پر دھیان دینا ہو گا کہ وہ کون سے اسرار و رموز ہیں جن کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک نقاد اپنی ناقدانہ بصیرت کے اعجاز سے تخلیق کار کے متعین کردہ اس تمام نظام اقدار کو منہدم کرتا ہے جسے تخلیق کار نے اپنے فکر و فن کی اساس بنایا اور تخلیقی عمل کا قصر عالی شان تعمیر کیا۔ دریدا نے یہاں مصنف اور اس کی تمام کارکردگی کو رد تشکیل کا ہدف بنایا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ساختیاتی تنقید کے دیئے گئے تمام نقوش مٹانے کی ٹھان لی اور اس طرح قدیم مغربی افکار کو بھی رد تشکیل کے ذریعے منہدم کرنے کی تدبیر کی جنھیں مابعد الطبیعیات کی اساس کا درجہ دیا جاتا تھا۔ درید کا خیال تھا کہ اس عالم آب و گل کے تمام عوامل فریب سود و زیاں کے سوا کچھ نہیں۔ اس نے یہاں تک کہا کہ جو کچھ آنکھ دیکھتی ہے وہ بھی محض سراب ہے۔ (۵)

انسانی دماغ کو اللہ تعالی نے اس صلاحیت سے متمتع کیا ہے کہ اس میں فکر و خیال کی شمع ہمیشہ فروزاں رہتی ہے اور تخیل کی جولانیاں دکھانے کا مرحلہ شوق کبھی طے نہیں ہوتا۔ رد تشکیل نے جب تمام نظام اقدار کو منہدم کرنے کی راہد کھائی تو بعض لوگوں کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ عمل تو حقائق کی گرہ کشائی کے سلسلے میں محض ایک نشان منزل ہے۔ زمان و مکاں اور بھی ہیں جہاں خرد کی گتھیاں سلجھانے میں اہل علم و دانش گہری سوچوں میں غلطاں ہیں۔ ان مراحل انسانی دماغ تو اللہ تعالی نے اس صلاحیت سے منع کیا ہے کہ اس میں فکر و خیال طالع ہمیشہ فروزاں رہی ہے اور تخیل کی جولانیاں دکھانے کا مرحلہ شوق کبھی طے نہیں ہوتا۔ رد تشکیل نے جب تمام نظام اقدار کو منہدم کرنے کی راہ دکھائی تو بعض لوگوں کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ عمل تو حقائق کی گرہ کشائی کے سلسلے میں محض ایک نشان منزل ہے۔ زمان و مکاں اور بھی ہیں جہاں خرد کی گتھیاں سلجھانے میں اہل علم و دانش گہری سوچوں میں غلطاں ہیں۔ ان مراحل کے مابین ایک ماندگی کا وقفہ ہے۔ ماندگی کے اس وقفے کو غنیمت سمجھ کر زندگی کی حقیقی معنویت کی تفہیم کے لیے دم لے کر آگے بڑھنا ہی مطمح نظر ہونا چاہیے۔ زندگی اور موت کے رازہائے سربستہ کون جان سکا ہے لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ موت بھی دراصل ایک ماندگی کا وقفہ ہی تو ہے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ رد تشکیل کا اس بات پر اصرار ہے کہ ساخت کے انہدام کے بعد معانی تک رسائی کے لیے مزید کسی جدوجہد کی ضرورت نہیں۔ رد تشکیل کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ جب رو تشکیل کا علم بردار نقاد حریت فکر کے جذبات سے سرشار ہو کر تخلیقی تحریروں اور تصانیف کے اندر پائی جانے والی فکری کی کو شدت سے محسوس کرتا ہے اور اس کا قلع قمع کرنے کے لیے مقدور بھر کوشش کرتا ہے تو وہ معنوی ابہام، عدم ابلاغ اور بے اعتدالیوں کو منظر عام پر لاتا ہے۔ تخلیق فن ان کے لمحوں میں تخلیق کار کا واسطہ جس دروں بینی اور بیروں بینی سے پڑتا ہے اس کے تمام اسرار و رموز وہ نہایت صراحت سے بیان کرتا ہے۔ تخلیق کار کے ذہن میں جو خیالات آتے ہیں اکثر لوگوں کے نزدیک انھیں الہام کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ (٦)

تخلیق کار روح میں اتر جانے والی اثر آفرینی کی بدولت پتھروں سے بھی اپنے افکار کی تاثیر کا لوہا منوالیتا ہے اور یہی زبان و بیان پر اس کی خلاقانہ دسترس کا ثمر ہے۔ پرورش لوح و قلم ایک ایسی فعالیت ہے جس میں ایک تخلیق کار خون جگر کی آمیزش سے قطرے میں دجلہ اور جزو میں کل کا منظر دکھانے پر قادر ہے۔ وہ اپنے جذبات احساسات، تجربات اور مشاہدات کو اس طرح الفاظ کے قالب میں ڈھالتا ہے کہ اس کی تخلیق روح عصر کی ترجمان بن جاتی ہے۔ جہاں تک رد تشکیل کی باغیانہ روش کا تعلق ہے وہ ان تمام عوامل کو لائق اعتنا نہیں سمجھتا۔ رد تشکیل کو اس بات سے غرض نہیں کہ تخلیقی عمل کن جذبات کا مرہون منت ہے اس کا تو ایک ہی مطمح نظر ہے کہ تصنیف اور تخلیق کے ساتھ ساتھ اس کے خالق کو کس طرح منہدم کیا جائے تا کہ معنی خیزی کی آزادانہ روش کے درمیاں کوئی چیز حائل نہ رہے۔ وہ اسے روشنی کا سفر قرار دیتے ہیں ان کے بقول جو بھی روشنیوں کی راہ میں دیوار بنے گا وہ نہیں رہے گا۔ اس کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا۔ رد تشکیل ایسے عوامل کو خاطر میں نہیں لاتا۔ رد تشکیل میں لفظ کے معانی کو جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے دریدا نے اس پر توجہ مرکوز کی اور نہایت صراحت کے ساتھ لفظ اور اس کی معنویت کی حقیقی صورت حال کو واضح کیا۔ دریدا نے رد تشکیل کی اصلیت اور طریق کار کے بارے میں اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"In a traditional philosophical opposition we have not a peaceful coexistence of facing terms but hierachy. One of the terms

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

dominates the other (axiologically, logically.etc.) occupies the commandingposition. To deconstruct the opposition is above all, at a particular moment, to reverse the hierachy-through a double gesture, a double science, a double writing.put into practice a reversalof the classical opposition and a general displacement of the system. It is on the condition alone that deconstruction will provide the means of intervening in the field of oppositions it criticizes and which is also a field of non-discursive forces".(7)

سٹرکچرلزم یہ دیکھتا تھا کہ کسی تحریر کی ساخت کسی انداز میں معنی مہیا کر رہی ہے۔لیکن ڈی کنسٹرکشن اس کے برعکس سوچتی ہے۔وہ کہتی ہے کہ مسٹرکچرلزم کو بظاہر جو معنی دکھائی دیتے ہیں وہ فی الحقیقت اسی تحریر کے عمیق تر مطالعہ سے فنا ہو جاتے ہیں۔ڈی کنسٹرکشنزم کا کہنا ہے کہ ہم فی الاصل زبان کے استعمال سے کسی بھی قیمت پر اپنے معنی اپنے قاری تک پہنچا ہی نہیں سکتے۔ہم جتنی بھی کوشش کر لیں،ہم ہر بار ناکام ہوں گے۔فلہذا کوئی بھی بات جو ہم نے پڑھی دراصل لکھنے والے کی ناکامی کا ثبوت ہے۔مثال کے طور پر فرض کریں کہ ہم ایک لفظ لکھتے ہیں:

"گائے":

تو کیا ہو گا کہ آپ فوری طور پر اپنے دماغ میں ایک گائے کا تصور لے آئینگے۔لیکن لکھنے والے کے ذہن میں جس گائے کا تصور تھا وہ تصور پڑھنے والے کے ذہن میں موجود ہونا ناممکن ہے۔باوجود اس کے کہ ہم جانتے ہیں کہ گائے کیا ہوتی ہے لیکن لکھنے والے نے جس طرح کی گائے کو ذہن میں رکھ کر لکھا،ہم کبھی نہیں جان سکتے تاوقتیکہ ہم ایسی گائے کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں اور جب دیکھ لینگے تو تحریر کا مقصد فوت ہو جائے گا۔لکھنے والا اپنی مخصوص" گائے کو مخصوص صفتوں کے ساتھ لکھ سکتا ہے۔مثال کے طور پر وہ کہتا ہے۔

"پیلی گائے":

اس طرح کہنے سے ہمارے ذہن میں ایک تصور قدرے واضح ہو گا لیکن جب بھی دو گائے جو لکھنے والے کے ذہن میں تھی ہم کبھی نہ دیکھ پائیں گے۔ژاک دریدا جو" ڈی کنسٹرکشنزم کا بانی ہے،کہتا ہے:

"ہم مسلسل اپنے زبان کو تبدیل کرتے رہتے ہیں تاکہ معنی کے زیادہ سے زیادہ نزدیک پہنچ سکیں لیکن ہم جتنا بھی نزدیک چلے جائیں،ہم کبھی اصل معانی تک نہیں پہنچ پاتے۔"

غرض ڈی کنسٹرکشن ایک طریقہ کار ہے جو مسلسل معنی میں موجود خلا کی نشاندہی کرتا رہتا ہے۔ڈی کنسٹرکشنزم کی ایک ہلکی سی مثال روزمرہ زندگی سے یوں لی جاسکتی ہے،مثال کے طور پر دو دوست ہیں۔ایک بالکل نارمل انسان ہے اور دوسرا نفسیاتی طور پر قدرے زیادہ حساس ہے اور دونوں آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔تو ہم عموماً دیکھتے ہیں کہ ایک دوست جو نارمل ہے،جو بھی بات کرتا ہے دوسرا دوست جو کہ نفسیاتی طور پر زیادہ حساس ہے اُس کی ہر بات کو غلط معنی پہنا دیتا ہے۔مثال کے طور پر نارمل دوست کہتا ہے۔

"ارے!آج تو بڑے خوبصورت لگ رہے ہو؟

حساس دوست جواب میں کہتا ہے،

اوہ!تمہارا مطلب ہے کہ میں پہلے بُرا لگتا تھا۔تم کہنا کیا چاہتے ہو؟کیا میں پہلے کبھی خوبصورت نہیں لگا تمہیں؟یعنی ان معانی کو لینے کی بجائے جو نارمل شخص نے منتقل کرنا چاہا ہے،سنے والے نے الٹا انہیں ناکام بنا دیا۔ڈی کنسٹرکٹ کر دیا،تباہ کر دیا۔(۸)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ڈی کنسٹرکشن میں بذاتِ خود جو سب سے بڑا نقص ہے وہ خود ڈی کنسٹرکشن کا ہی پیدا کردہ ہے۔یعنی اگر کسی کتاب یا تحریر پر کوئی تنقید لکھی جائے اور تنقید نگار ڈی کنسٹرکشن کے عمل سے گزر کر تنقید کرے تو پھر بھی وہ جو کچھ لکھے گا، اس کا لکھا ہوا بھی ایک تحریر ہوگا اور اس کے ہر ہر جزو کو اسی طرح ڈی کنسٹرکٹ کیا جا سکے گا۔یہی وجہ ہے کہ یہ تحریک بذات خود کسی بھی تنقید کو مطلق سنجیدگی کے ساتھ انجام نہیں دے سکتی۔یعنی یوں کہا جا سکتا ہے کہ ڈی کنسٹرکشن کی خود بخود ڈی کنسٹرکشن ہو جاتی ہے۔لہٰذا ہم کیسے طے کریں گے کہ ڈی کنسٹرکشن کا عمل بنیادی طور پر کس طرح کام کرتا ہے؟ چناں چہ تنقید کے معاملے میں ہمیں پھر واپس ''نیو کریٹی سزم'' کی جانب لوٹنا پڑتا ہے۔اگر ہم کسی لفظ کے معنی تباہ کرتے رہیں گے تو ہم کسی طور کسی تحریر کو با معنی قرار نہ دے پائیں گے۔ایک ہی صورت ہے کہ ڈی کنسٹرکشن کا عمل بھی اس ارادے کی بجائے کہ تحریر کے معانی کو تباہ کرنا ہے اس ارادے سے انجام دیا جائے کہ تحریر میں سے معنی تلاش کرتے ہیں۔

دریدا نے افلاطون سے لے کر ہسرل تک کے فلسفیانہ بیانات کا تجزیہ کر کے بتایا ہے کہ وہ جملہ فکری کوششیں جو مابعد الطبیعیات کو معنی کی مستحکم بنیاد دینے کی سعی کرتی ہیں سب خیالی اور غیر حقیقی ہیں اگرچہ صوت مرکزیت پر مبنی مفروضات ضروری ہیں لیکن جب تکلم کیا جاتا ہے تو''تحریر'' کی موجودگی بولنے والے کے ذہن میں پہلے سے موجود ہوتی ہے۔

گفتگو میں بولنے والے کی موجودگی معنی اور اس کی صداقت کو برقرار رکھتی ہے۔تحریر اس موجودگی سے محروم ہوتی ضروری ہیں لیکن جب تکلم کیا جاتا ہے تو''تحریر'' کی موجودگی بولنے والے کے ذہن میں پہلے سے موجود ہوتی ہے۔گفتگو میں بولنے والے کی موجودگی معنی اور اس کی صداقت کو برقرار رکھتی ہے۔تحریر اس موجودگی سے محروم ہوتی ہے، اس بنیاد پر معنی کی صداقت کو قائم رکھنے میں کامیاب نہیں ہوتی۔دریدا نے اس درجہ بندی کو متشدد قرار دے کر کہا کہ اس درجہ بندی کو معکوس تو نہیں کیا جا سکتا مگر اسے Differance کے عمل سے بے دخل ضرور کیا جا سکتا ہے۔دریدا معنی کے لئے جس موجودگی (مرکز) کو موضوع بحث بناتا ہے وہ سوسیئر کے اس تصور سے اخذ کی گئی ہے کہ معنی نما اور تصور معنی اپنی پہچان اس افتراق سے حاصل کرتے ہیں جو زبان کے نظام میں ان کا دوسرے معنی نما اور تصور معنی میں ہوتا ہے۔یوں لفظ اور معنی کے انفرادی عناصر منفی رشتوں پر مبنی ہوتے ہیں۔اس لیے ایسے رشتوں کو موجود نہیں کہا جا سکتا۔

دریدہ کے خیال میں یہ غیر موجود بھی نہیں ہیں کیونکہ جن کے افتراق سے اس کا انفراد قائم ہوتا ہے، معنی ان جملہ عناصر سے اپنے Traces دکھاتا ہے۔یوں دریدا کے نزدیک متعین معنی کا موجود ہونا ناممکن ہے، جو کچھ موجود ہے وہ محض معنی کا اثر ہے۔دریدا Traces کو مکمل غیر موجود گی خیال نہیں کرتا اور نشان کی موجودگی کو حتمی تسلیم کرتا ہے۔موجودگی اور غیر موجودگی باہم مل کر معنی خیزی کے عمل کو ممکن بناتی ہیں۔اس لیے لسانی نظام میں نہ کوئی عصر حاضر ہے اور نہ کوئی غائب ہے۔اس لیے تقریر و تحریر سے جو معنی قائم ہوتے ہیں، وہ حاضر اور غائب نشانات کے باہم مل کر عمل آرا ہونے کا نتیجہ ہوتے ہیں۔حاضر اور غائب کے غیر محکم رشتے کو دریدا ضمیمہ (Supplement) سے منسوب کرتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ حاضر غائب کا ضمیمہ ہے اور غائب حاضر کا۔اپنی کتاب " Of Grammatology" میں وہ روسو کا حوالہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ روسو نے تحریر کو تقریر کا سپلیمنٹ کہا تھا کہ تقریر میں تھوڑا بہت غیر اصل ضرور ہوتا ہے۔دریدا کہتا ہے کہ تحریر نہ صرف معنی میں تبدیلی پیدا کر دیتی ہے بلکہ تقریر کی جگہ بھی لے لیتی ہے، کیونکہ تقریر پہلے سے مرقوم ہے۔اس حوالے سے اس کا یہ جملہ خاصا معروف ہے "Speech is always already written"۔

دریدا یہ خیال کرتا ہے کہ تحریر نہ صرف یہ کہ تقریر میں اضافے کا کام کرتی ہے بلکہ تقریر کی جگہ بھی لے لیتی ہے، کیونکہ تقریر ہمیشہ پہلے سے لکھی ہوتی ہے۔جملہ انسانی سرگرمیوں میں یہ اضافیت شامل ہوتی ہے۔دریدا " Context Signature Event میں تحریر کی تین خصوصیات فراہم کرتا ہے جس کا ذکر رامن سیلڈن نے اپنی کتاب ''نظریہ ادب میں رہنما اصول'' میں بیان کیا ہے۔

> ''۱۔تحریری علامت ایک نشان ہے جسے نہ صرف ایسے موضوع فاعل کی عدم موجودگی میں دہرایا جا سکتا ہے جس نے اسے ایک مخصوص سیاق وسباق میں چھوڑ دیا بلکہ ایک مخصوص مکتب الیہ کی عدم موجودگی میں بھی، ۲۔تحریری علامت اپنے حقیقی سیاق وسباق کو توڑ سکتی ہے اور اس امر سے قطع نظر کہ لکھاری کا مدعا کیا تھا اسے ایک مختلف سیاق وسباق میں پڑھا جا سکتا ہے۔علامتوں کے کسی بھی سلسلے کو ایک متن کے ساتھ کسی اور سیاق وسباق میں پیوستہ کیا جا سکتا ہے، ۳۔تحریری علامت دو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

معنوں میں وقفہ دینے سے مشروط ہے: ایک تو یہ کہ یہ ایک مخصوص سلسلے میں دوسری علامات سے علاحدہ ہوتی جاتی ہے؟ دوسرے یہ کہ یہ موجودہ حوالے سے الگ ہوتی ہے (یعنی یہ صرف اس چیز کا حوالہ ہو سکتی ہے جو دراصل اس میں موجود نہیں ہے)۔ یہ خصوصیات تحریر کو تقریر سے ممتاز کرتی نظر آتی ہیں۔(۹)

تحریر ایک خاص طرز کی بے نیازی کی حامل بھی ہوتی ہے کیوں کہ اگر علامات سیاق وسباق سے ہٹ کر دہرائی جاسکتی ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان کا اختیار کیا ہو سکتا ہے۔دریدا تحریر و تقریر کی درجہ بندی کو ڈی کنسٹرکٹ کرتا ہے اور تقریر کو تحریر کی ایک شکل بتاتا ہے۔

متن کے مطالعے میں رد تشکیل غائب اور حاضر معنی میں غائب معنی کو زیادہ فعال خیال کرتی ہے۔اس لئے قرات کے تفاعل میں غائب معنی تک رسائی کو زیادہ اہم خیال کیا جاتا ہے مگر غائب معنی تک رسائی لازمی ہو جاتی ہے۔لہذا ایک نہ ختم ہونے والا تفاعل قرات متن کی تقدیر بن جاتا ہے۔یوں اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ کوئی متن حتمی اور واحد معنی کا حامل نہیں ہوتا۔ متن کے معنی مسلسل ملتوی ہوتے رہتے ہیں۔ہم متن کے ایک معنی تک پہنچتے ہیں تو اس کی تہہ میں مخفی مزید معنی روشن ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور جب ان تک رسائی ہوتی ہے تو مزید معنی کی تہہ ابھر آتی ہے۔افتراق والتوا کا یہ لا متناہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔مزید یہ کہ افتراق اور التوا کا یہ سلسلہ متن میں باہر سے وارد نہیں ہوتا بلکہ یہ متن کی ساخت میں موجود ہوتا ہے۔ قاری کا کام اسے دریافت کرتا ہے۔افتراق والتوا کے اس تصور کے بارے میں دریدا کا کہنا ہے:

> "Different is Structure and the Movement Which Can Not Be Considered on the Basis of opposition/ Presences/ ansense. Diffenence is the systematic play of differences, is of traces, of difference, of the spacing by which elements refer to another position." (۱۰)

دریدا کے نزدیک معنی کو کہیں قرار نہیں ہے۔ایک معنی جب موجود ہوتا ہے تو دوسرا غائب ہوتا ہے مگر غائب معنی موجود معنی میں اپنی جھلک دکھاتا رہتا ہے اور موجود معنی کی موجودگی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔رد تشکیل کے تصور میں غائب کو موجود کا درجہ حاصل ہے یعنی غائب معنی اوجھل ہو کر بھی فعالیت کا احساس دلاتا ہے۔اس تصور کو مد نظر رکھتے ہوئے ژاک دریدا اپنی کتاب " Of Grammatology " میں متن کو از سر نو دیکھنے کی شعوری کوشش کرتا دکھائی دیتا ہے اور تمام طریقوں کی رد تشکیل کرتا ہے جن سے اس کی تعریف کی گئی تھی۔وہ زبان میں مابعد الطبیعیات کو عمل آرا دیکھتا ہے۔مابعد الطبیعیات سے اس کی مراد مرکز کا تصور ہے جس کو اس نے ہیگل کے مطالعہ کے دوران میں اپنی کتاب Glas میں واضح کیا ہے۔عمران شاہد بھنڈر کا خیال ہے کہ :

> ”دریدا معنی کی تلاش میں The Science of logic کے سب سے بنیادی تصمیم افتراق و تخالف کی بنیاد پر معنی خیزی کے عمل کو مستعار لیتا ہے جو اس کے مضمون Violence and Mataphysics سے واضح ہے کہ کس طرح دریدا ہیر گلیائی جدلیات کے اندر رہ کر اپنا نکتہ پیش کرتا ہے۔“(۱۱)

ڈاکٹر وزیر آغا نے مذہبی سطح پر بھی اس تصور کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اس حوالے سے وہ اپنی کتاب تنقید اور جدید اردو تنقید میں تحریر کرتے ہیں:

> ”مذاہب میں قیامت کا تصور deconstruct کے حامل ہی کی گواہی دیتا ہے۔زرتشت لوگوں نے کہا تھا کہ دنیا آگ سے تباہ ہو گی اور پھر اس کی راکھ سے ایک نئی دنیا وجود میں آئے گی۔ قیامت کا یہ تصور تمام مذاہب میں ملتا ہے۔اس سلسلے میں سب سے زرخیز تصور صور اسرافیل کا ہے جو ساخت شکنی کے نظریے کی بہترین ترجمانی کرتا ہے۔یعنی یہ کہ صور اسرائیل کی آواز دوبارہ آئے گی پہلی بار دنیا کی Deconstruct کرنے کے لئے، دوسری بار اسے اپنی ہی راکھ سے دوبارہ جنم دینے کے لئے۔یہی ساخت شکنی والوں کا موقف بھی ہے کیونکہ ان کے ہاں تنقید کا عمل تخلیق کے سابقہ جہاں میں مضمر تضادات کو متحرک کر کے اسے توڑتا ہے، مگر ساتھ ہی اسے نئی روشنی میں بھی لا کھڑا کرتا ہے۔“(۱۲)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اردو ادب میں رد تشکیل کے مباحث کا آغاز 1980ء کی دہائی سے شروع ہوا۔اس حوالے سے جو اہم نام سامنے آئے ان میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، نظام صدیقی، وزیر آغا، ڈاکٹر محمد علی صدیقی، شارب ردولوی، شمس الرحمن فاروقی، قمر جمیل، جمیل جالبی، احمد ہمیش، دیوندر اسر، فہیم اعظمی، ناصر عباس نیر، شمیم حنفی، قاضی افضال حسین، ابوالکلام قاسمی، حامد کاشمیری، روف نیازی، مناظر عاشق ہرگانوی عتیق اللہ اور ڈاکٹر اقبال آفاقی کے نام نمایاں ہیں۔اردو تنقید میں مابعد جدید مباحث میں گوپی چند نارنگ کا نام سرفہرست ہے۔انھوں نے ساختیات، پس ساختیات اور مشرقی شعریات کے حوالے سے خاصا کام کیا ہے اور اس پر بھی متعدد مضامین قلم بند کیے۔ مشرقی تنقید میں رو تشکیل کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے رفعت اختر تحریر کرتے ہیں:

> ''اگر ہم دسویں اور گیارہویں صدی کے عرب علماء مثلاً عبدالقادر جرجانی، شمس قیس رازی، ابن رشیق باقلانی، ابن خلدون وغیرہ کی تحریروں میں دیکھیں تو کلر، رولاں بارت اور دریدا کے اقوال کی مماثلت نظر آتی ہے۔ سارے مفکر صوت مرکزیت اور نطق مرکزیت میں یقین رکھتے ہیں لیکن دریدا کی اہمیت اس لیے ہے کہ اس نے شعوری طور پر اس نظریے کو ادبی دنیا سے روشناس کرایا۔''(۱۳)

مابعد جدیدیت اور پس ساختیاتی تصورات کی ترویج میں ہندوستانی رسائل معیار اور شاعر نے گرانقدر خدمات انجام دی دی ؟ ہیں جبکہ پاکستان میں ''اوراق''اور ''صریر''نے ان مباحث کے حوالے سے اشاعت کا کام کیا۔رد تشکیل کا تعلق مابعد جدید مباحث سے ہے، جن کا آغاز انگریزی تنقید کی نسبت اردو میں بہت بعد میں ہوا۔ نظام صدیقی نے اس حوالے سے اپنے مضامین میں کھل کر بحث کی ہے ان کا خیال ہے کہ 21ویں صدی کے مابعد جدید تناظر میں معاصر اردو شعری اور افسانوی ادب اور خاص طور پر مابعد جدید تنقید اپنی مخصوص شعریات کی تخلیق کر رہی ہے جو جامد اور ساکن کردار کی حامل نہیں ہے بلکہ زندہ نامیاتی اور متحرک کردار کی امین مابعد جدید ینی جمالیات اور نئی اقدار سامنے لا رہی ہے جن کی بنیاد رد تشکیل کے نظریہ پر استوار کی گئی ہے۔(۱۴)

اُردو کے معروف نقاد عتیق اللہ نے بھی اپنے ایک مضمون ''مابعد جدید تصور نقد: رد تشکیل'' میں دریدا کے تصورات پر روشنی ڈالی ہے۔ عتیق اللہ نے اپنے مضمون میں اس بات کا خیال ظاہر کیا ہے کہ متن کے بمشکل ہی وہ معنی قرار پا سکتے ہیں جو بظاہر دکھائی دیتے ہیں۔ معنی کی متلون صورت ہی سطح کی تہہ یعنی متن کی ساخت میں اترنے کی محرک ہوتی ہے۔رد تشکیل اس عمومی عقیدے کا بھی رد کرتی ہے کہ متن مصنف کے اس معنی پر مشتمل ہوتا ہے جو اس کے مافی الضمیر میں تھا یا جس کا اظہار اسے مطلوب تھا۔اس معنی کا انکشاف ممکنات میں سے ہے اور ہر تفہیم کسی نئے معنی کو مقرر کرنے اور گزشتہ کو رد کرنے سے عبارت ہے۔رد تشکیل کی تھیوری کے مطابق معنی ایسی چیز نہیں ہے جسے متن کے اندر دریافت کیا جا سکتا ہے۔رد تشکیل نے پہلی بار قاری کے آزادانہ تفہیم کے حق کو تسلیم کیا ہے اور یہ اصرار تسلیم کرانے کی کوشش کی اور تمام آزادیوں کو بحال کیا ہے جو قاری کو بلاتحفظ معنی آزمائی کا حوصلہ بخشتی ہیں۔رو تشکیل معنی ہی نہیں سچائی کو بھی نشان زد کرتی ہے کہ مکمل تفہیم محض ایک بھرم ہے کیونکہ یہ ہر قاری اپنے طور پر معنی اخذ کرتا ہے۔(۱۵)

ڈاکٹر وزیر آغا، ناصر عباس نیر اور اردو کے دیگر ناقدین نے رد تشکیل کو صرف اصول قرات ہی قرار نہیں دیا ہے بلکہ معنی کا فلسفہ بھی قرار دیا ہے۔رد تشکیلی طریقہ کار متن کے معنی کی نہ صرف وحدت کو پارہ پارہ کرتا ہے بلکہ وحدت کے ساتھ ساتھ مطلق حتمی، اٹل اور مقدس تصورات جو حرف آخر مانے جاتے ہیں ان پر بھی سوالیہ نشان لگاتی ہے اور اس کی جگہ کثرت کے تصور کو ابھارتی ہے جو صرف ایک کھیل ہے۔ تنقید سے ہر شخص کسی نہ کسی واضح فیصلے یا قطعیت کی توقع رکھتا ہے لیکن رد تشکیل کی تھیوری قاری کو معنی کے بیکراں سمندر میں لا کھڑا کرتی ہے۔اس کا یہ رویہ جبر واقتدار کی قوتوں کو بے نقاب کرتا ہے اور حتمیت، قطعیت اور مطلقیت کا خاتمہ کر کے سوال کرنے کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ غلام شبیر رانا، ردِ تشکیل ایک مطالعہ

۲۔ احمد سہیل، ساختیات۔۔۔تاریخ، نظریہ اور تنقید، تخلیق کار پبلشرز، دہلی، ۱۹۹۹ء، ص ۲۹۳

3- Ross Murfin: The Bedford Glossary of Critical and Literary Terms, Bed Ford Books, London, 1998, P.76

4. Derride, J.., 1978, of Grammatology- Trans. G.C. Spivak, Baltimore and London: Johns Hopkins University Press, P10

۵۔ احمد سہیل، ساختیات، یہودیت، ادبی و فکری نظریے کا تبدیل ہوتا منظر نامہ ایک سنجیدہ سوال، (۶ فروری ۲۰۱۹ء) www.mukalma

۶۔ عقیق اللہ، ادبی اصطلاحات وضاحتی فرہنگ (جلد اول)، اُردو مجلس، دہلی، ۱۹۹۵ء

7. Jonthan Culer, On Deconstruction, Routkedge, London, 1994, P 85

۸۔ احمد سہیل، رد تشکیل۔۔۔ تفہیم و تشریح اور مفہوم بندی، کتاب دار، ممبئی، ۲۰۱۷ء

۹۔ رومن سلیڈن، نظریۂ ادب کے راہنما اصول، مترجم: اعزاز باقر، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲، ص ۹۹

10. Jacques Derrida, Of Grammatology, London, The John Hopkins University Press, 1976, P23

۱۱۔ شاہد عمران بھنڈر، فلسفہ مابعد جدیدیت۔۔۔ تنقیدی مطالعہ، مائدہ اکیڈمی، گوجرانوالہ، س۔ن، ص ۶۶

۱۲۔ ڈاکٹر وزیر آغا، تنقید اور جدید تنقید، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۲۰۱۴، ص ۸۱

۱۳۔ رفعت اختر، اردو تنقید پر عالمی اثرات، اردو اکیڈمی، اترپردیش، ۲۰۰۵، ص ۱۱۱

14. - http//www.hamariweb.com/articles/article.aspx?id=59313

۱۵ ۔ ندیم احمد، ڈاکٹر، ترقی پسندی، جدیدیت، مابعد جدیدیت، بھارت آفسیٹ، دہلی، ۲۰۰۳، ص ۴۶۳ تا ۴۷۵